کتاب نما

روداد قفس : از سید علی گیلانی۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز‘ مرکز ایف سیون‘ اسلام آباد‘ صفحات ۲۹۰‘ قیمت ۱۲۰ روپے۔

تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے سید علی گیلانی کا نام "وقت کی ایک استبدادی قوت کے خلاف کشمیری مسلمانوں کے جہاد عزیمت کا عنوان" بن چکا ہے ---- وہ کہتے ہیں : "زندگی کے مقاصد جتنے عظیم اور ارفع ہوں‘ ان کے حصول کے لیے اتنی ہی عظیم اور بیش بہا قربانیاں دینی پڑتی ہیں" ---- علی گیلانی کی زندگی اسلام کی سربلندی اور آزادی کشمیر کے لیے طویل جدوجہد سے عبارت ہے۔ زیر نظر کتاب اسی جدوجہد اور انھی بیش بہا قربانیوں کی ایک جھلک دکھاتی ہے ---- ان قربانیوں میں‘ کشمیریوں کے اس مسلمہ رہنما کے ساتھ ان کے قریبی اعزہ‘ تحریک اسلامی سے وابستہ اساتذہ‘ طلبہ‘ وکلا‘ تاجر‘ ملازمین اور عام شہری اور دیہاتی بھی شامل ہیں۔

بظاہر تو یہ سید علی گیلانی کی آپ بیتی ہے‘ جس میں ان کی ذاتی زندگی‘ ان کے معمولات‘ مشاغل و مصروفیات‘ اور کچھ ان کے اہل خانہ اور عزیزوں کا ذکر ہے‘ لیکن اس سے ایک وسیع کینوس پر یہ ایک جگ بیتی بھی ہے۔ کاروان آزادی کے اسیروں کی کہانی‘ مظلوموں کی داستانیں‘ قیدیوں سے غیرانسانی سلوک‘ جیلوں کی شرمناک حالت‘ بھارتی فوج کی اخلاق سوز کارروائیاں‘ حیوانیت کے مظاہرے‘ انسانی حقوق کی پامالی ---- اور ڈھٹائی کی حد ہے کہ بھارت کو فوجی عملداری کی ان مکروہ اور سیاہ کارروائیوں کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی "جمہوریت" ہونے کا دعویٰ ہے ؟ لیکن "جب آپ اس کے اندرونی خدوخال دیکھیں گے تو آپ یقیناً چنگیزیت اور درندگی کے نظام کا ہو بہو عکس پائیں گے۔" ---- اس مضحکہ خیز دلیل کے جواب میں کہ : "بہت سا وقت گزر گیا ہے‘ اس لیے اب کشمیری عوام کی آزادی اور حق خود ارادیت کی بات نہیں کرنی چاہیے ----" وہ کہتے ہیں : "میں ان سے پوچھتا ہوں کیا دریائے جہلم کے پانی کے ساتھ لوگوں کے حقوق بھی بہہ چکے ہیں ؟" ---- اس کا جواب انہیں گرفتاری‘ جیل میں بدسلوکی‘ جسمانی

تعذیب اور ذہنی اذیت کی صورت میں ملتا ہے۔

"روداد قفس" کا زیر نظر مقدمہ تو مصنف کی چند ماہ (۱۹۹۰ء) کی روداد اسارت ہے' بحیثیت مجموعی ان کی زندگی کے ۱۷ برس جیلوں اور تفتیشی مراکز میں گزرے۔ جہاں انھیں طرح طرح کی ذہنی اذیتوں سے گزارا گیا' مارپیٹ کی گئی' قید تنہائی میں رکھا گیا' طرح طرح کے لالچ دیے گئے (کشمیر کی وزارت اعلیٰ تک کی پیش کش ہوئی) مگر ذات باری تعالیٰ پر ایمان و یقین نے انھیں ایسی قابل رشک استقامت عطا کی کہ ان کے عزائم' ان کا اعتماد' ان کی ہمت اور ان کا جذبہ قربانی دیدنی ہے۔ لکھتے ہیں: "وادی گل پوش کا چپہ چپہ خون شہدا سے لالہ رنگ بنایا جارہا ہے۔ ہم راہ وفا کے ان شہیدوں کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہماری زندگیاں' ہماری اولاد' ہمارے مال و متاع' ہمارے مکانات' ہماری زمینیں' ہمارے باغات' ہمارے مال' مویشی' ہمارے اسباب زندگی' ہمارے جیون ساتھی' سب اللہ کی بخشی ہوئی امانتیں ہیں۔ ان امانتوں کو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے' اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے' اپنی ملت اور وطن عزیز کو باطل قوتوں کے غلبے اور استبداد سے آزاد کرانے کے لیے قربان کرنے کی خاطر ہمیں پورے ذہنی اور قلبی اطمینان کے ساتھ تیار رہنا چاہیے۔ یہ سب کچھ قربان کرنے کے بعد ہمیں اللہ پر کوئی احسان نہیں دھرنا ہے' بلکہ یہ اسی کا احسان ہو گا کہ اگر وہ ہمیں اس ایثار و قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔" ان کا ردعمل کسی جوشیلے اور جذباتی انسان کا نہیں' ایک صابر و شاکر اور فہیم و متین اور دھیما مزاج رکھنے والے مسلمان کا ہے۔

یہ ردعمل سید علی گیلانی کی نیک نفس' صابر و شاکر' متقی' خوددار و باکردار اور قید و بند کی بھٹی سے کندن بن کر نکلنے والی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ قصہ امروز بیان کرتے کرتے وہ ماضی میں جا نکلتے ہیں۔ کشمیر میں تحریک اسلامی کے نشیب و فراز' تحریک آزادی کے مختلف مراحل' اہل کشمیر سے بھارت کی بدعہدی' ان سے بدسلوکی' ان پر مظالم ----- پھر حالات و واقعات کا تجزیہ کرتے کرتے وہ خود کلامی کے انداز میں آواگون' سیکولرزم' کمیونزم' دین الٰہی' اکبر کا دور حکومت' تقسیم ہند اور ملت اسلامیہ کے انتشار و افتراق اور اسی طرح کے دیگر موضوعات پر اپنے دلچسپ محسوسات و خیالات پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ نفس انسانی کی مختلف کیفیتوں' اس کی کمزوریوں' حالات کی جبریت' قیدیوں کی نفسیات' سیاسی غلامی کے ہولناک نتائج وغیرہ پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ ان کے محسوسات کے پس پردہ' ایک زمانے کے سرد و گرم چشیدہ' ایک پختہ فکر' اور دردمند فلسفی کی سوچ کارفرما نظر آتی ہے:

○ "تنہائی کے لمحات بڑے غنیمت ہوتے ہیں۔ ان لمحات میں اپنی ماضی کی زندگی کا بے لاگ جائزہ لینا چاہیے کہ کہاں کہاں کیا کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں؟ تاکہ آنے والے مراحل میں ان خامیوں اور کوتاہیوں کی پاداش میں سزا نہ بھگتنا پڑے۔"

○ "محض وہ بندوق کہ جس کے پیچھے صالح اصولوں اور قدروں کی کار فرمائی نہ ہو' تاریخ کے کسی دور میں نہ تو ظلم مٹا سکی اور نہ عدل ہی قائم کر سکی ہے۔ بے مقصد اسلحے اور بندوقوں نے صرف ظلم اور استبداد کرنے والے چہروں اور ہاتھوں کو بدلا ہے۔"

○ "عزائم میں عظمت' آفات کا مقابلہ کرنے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔"

○ "نئے نئے حادثات اس طرح جنم لے رہے ہیں جیسے ٹوٹی صراحی سے قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا ہو یا کسی درخت کے پکے ہوئے پھل ہوا کے معمولی جھونکے سے گر رہے ہوں یا کسی ریتلی ڈھلان سے چھوٹے چھوٹے پتھر اور ذرات خود بخود نشیب کی طرف آ رہے ہوں یا بلندی سے آنے والے جھرنے کا کسی چٹان نے راستہ روک لیا ہو' اور وہ راستہ بنا کر قطرہ قطرہ بہہ کر اپنی راہ بنا رہا ہو۔"

سید علی گیلانی کی استقامت قابل داد ہے' مگر ایک حقیقت پسند شخص کی طرح انھوں نے بطور انسان اپنی بشری کمزوریوں کے ذکر سے دریغ نہیں کیا۔ بچوں اور اہل خانہ کی یاد آتی ہے تو مضطرب اور بے چین ہو جاتے ہیں۔ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بچے آکر ملتے ہیں تو انھیں بوسے دیتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہیں۔ تفتیشی مرکز میں پہلی بار لائے جانے کے بعد تفتیش اور پوچھ گچھ کا مرحلہ آتا ہے تو احساس گھبراہٹ کا اعتراف کرتے ہیں —— یوں انھوں نے اپنے حقیقی جذبات کو چھپایا نہیں اور نہ ان کے اظہار میں کسی طرح کی بناوٹ سے کام لیا ہے۔

اردو' سید علی گیلانی کی مادری زبان نہیں ہے' مگر انھوں نے حیرت انگیز حد تک اپنے مافی الضمیر کو صاف و صریح اور صحیح زبان میں بیان کیا ہے' بلکہ ان کی بیانیہ نثر کا اسلوب' مصنف کے پختہ ادبی ذوق کا پتا دیتا ہے۔ بہت سے مقامات پر قاری کو شاعرانہ اور رومانوی نثر کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ مثلاً: صفحہ ۳۸' ۶۵' ۶۷ وغیرہ۔ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کے حوالوں اور برجستہ اشعار کے بکثرت استعمال سے سید گیلانی کے وسیع مطالعے اور قابل رشک حافظے کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کے جملہ ۴۳' اجزا کا آغاز کسی نہ کسی شعر سے ہوتا ہے۔ پھر ہر جزو کے اندر موقع محل کے مطابق اردو اور فارسی کے کثیر اشعار قاری کو "غبار خاطر" کی یاد دلاتے ہیں۔

"روداد قفس" محض ایک فرد کی آپ بیتی نہیں' ایک تحریک کی داستان' اور ایک جدوجہد کی کہانی ہے ـــــ اردو کے حبسیاتی ادب میں یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ خوبصورت کتاب اعلیٰ معیار کتابت و طباعت سے شائع کی گئی ہے' اور ناشر کے اعلان کے مطابق عنقریب اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوگا۔ (رفیع الدین ہاشمی)

بانگ سحر: از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ مرتبہ: خلیل الحامدی۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی منصورہ' لاہور۔ تقسیم: منشورات، سنٹر منصورہ' لاہور۔ صفحات ۳۲۳۔ قیمت درج نہیں۔

یہ سید ابوالاعلیٰؒ کی نگارشات ہیں جو نہ صرف اعلیٰ درجے کی باصول صحافت کا نمونہ ہیں اور حسن ادبیت لفظ لفظ سے پھوٹا پڑتا ہے' بلکہ نہایت توجہ طلب چیز یہ ہے کہ مولانا کی صحافیانہ نگارشیں علم' معلومات اور استدلال سے اس قدر آراستہ ہوتی ہیں جیسے کوئی شخص مقالہ لکھنے چلا ہو۔ آج کل کے سرسری قسم کے اداریات اور خصوصی کالم اور بھرتی کے مضامین دیکھ کر آدمی کا سر پھر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم حضرات کے اخباری اداریوں یا مضامین یا کالموں کے مجموعے دس سال بعد بھی قیمتی دستاویزیں معلوم ہوں۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ گویا مولانا مودودیؒ جو اکثر تحریریں خاص مطالعہ و کاوش کے بعد ہی لکھتے تھے' ان کی کتاب "بانگ سحر" (صدائے رستاخیز کی طرح) مقامات و احوال کے ایک وسیع نقشے میں کھڑا کر دیتی ہے' اور آپ ایک طرف مغربی شہنشاہیت کی سیادی اقوام' دوسری طرف مسلم اقوام کی طرف سے ان کے خلاف جہادی ردعمل' پھر جیاد کے عالم اسلام پر اچھی طرح پنجے گاڑ لینے کے بعد مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے' غیر اسلامی قوم پرستی ابھارنے' ان کے حصے بخرے کرنے' اور پھر شکاریوں کے آپس میں ہوا رے کے وحشیانہ کھیل کو دیکھتے ہیں۔ ادھر ہندوستان میں یہاں کی خلافتی' کانگریسی اور مسلم لیگی سیاست کے جائزے میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی شرارتوں کو دیکھتے ہیں جو اسی زمانے سے یہ اندیشہ رکھتے تھے کہ مسلمان افغانستان سے مل کر آگے بڑھیں گے اور ایک خوفناک طاقت بن جائیں گے' لہٰذا حکومت' صوبہ سرحد کی مسلم اکثریت کو خاص اپنے گھٹنوں تلے دبا کر رکھے۔ بیچ بیچ میں مذہبی مسائل' مثلاً شریف کے بعد سعود کا اکابر عالم اسلامی کی نگرانی میں اکابر عرب کی مشاورت کا پابند ہو کر اقتدار کو سنبھالنا مگر اس وعدے سے انحراف' نکاح و طلاق کی لازمی رجسٹریشن کا قانون بنوانے کی حرکت' حج کے انتظامات اور مصارف کے سلسلے میں والی حجاز سے معلومات حاصل کرنے کے لیے کوششیں' یا مثلاً ایک موقع پر شعبان کے متعلق نوٹ لکھنے کے دوران میں شب برات پر